إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ

اصلاح

صلۂ رحمی، باہمی تعلق ومحبت اور ادائے حقوق کی اہمیت و فضیلت اور اس کے دینی و دنیوی منافع، اور قطع رحمی اختلاف باہمی اور ایک دوسرے کے مقاطعہ، مسلمانوں کی اہانت و تذلیل کے دینی و دنیاوی مفاسد کا بیان۔

مولانا حکیم سید عبد الحیؒ

سابق ناظم ندوۃ العلماء

ناشر

اصلاح معاشرہ کمیٹی، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

سلسلۂ مطبوعات

۱۴۳

نام کتاب : اصلاح
مصنف : مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ
اشاعت : ۲۰۱۴ء
کتابت : جلال الدین بستوی ندوی
طباعت : کاکوری پریس

ناشر
اصلاح معاشرہ کمیٹی
ندوۃ العلماء۔ پوسٹ بکس نمبر ۹۳ لکھنؤ

پیش لفظ

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

اس وقت مسلمانوں میں زوال وادبار کی جو کھلی ہوئی علامتیں اور بے برکتی نحوست، فضیحت ورسوائی، بدنامی وجگ ہنسائی کے جو قوی اسباب پائے جاتے ہیں، ان میں تعلقات کی کشیدگی، قطع رحمی اور اس سے آگے بڑھ کر ناچاقی، عدوات ایک دوسرے کی عزت کے درپے ہونا، اس کو خاک میں ملانے کی کوشش کرنا، اور اس کے نتیجہ میں مقدمہ بازی مال اور وقت کی بربادی اور نہ ختم ہونے والی پریشانیاں ہیں، سینکڑوں بلکہ ہزاروں خاندان ہیں جن میں زمین وجائیداد کے سلسلہ میں اور کبھی بعض افسوسناک واقعات کے نتیجہ میں سخت درجہ کی ناچاقی وکشیدگی دیکھنے میں آتی ہے، خاندان دو حصوں میں بٹ جاتا ہے، ملنا جلنا سلام کلام بھی موقوف ہوجاتا ہے، بعض اوقات صرف غمی کے موقع پر برسوں کے بچھڑے ہوئے ملتے ہیں، اور بعض اوقات اس کی بھی توفیق نہیں ہوتی، سالہا سال تک اور نسل در نسل اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اور دل ودماغ کی بہترین صلاحیتیں اور توانائیاں دوسروں (اور وہ غیر نہیں خونی اور رشتہ کے بھائیوں) کو نیچا دکھانے اور ان کے گھر کی اینٹ سے اینٹ بجوا دینے میں صرف ہوتی ہے، کسی بھائی کی سبکی اور ناکامی پر ایسی خوشی منائی جاتی ہے جیسے کبھی (دورِ اقبال

ہیں) کسی قلعہ کی فتح اور کسی نئی سلطنت کے حصول پر منائی جاتی تھی، جو لوگ اس پستی سے کچھ بلند ہیں، اور اتنے گئے گذرے نہیں اور ان کو کچھ دینی تعلیم یا نیک صحبت حاصل ہے، اور وہ اچھے دیندار بھی نظر آتے ہیں، وہ بھی صلۂ رحمی کے مفہوم سے نا آشنا، اسکے فضائل سے بے خبر، قرآن وحدیث میں اس کا جو درجہ ہے اس سے یکسر غافل اور دولت بے بہا اور اس سنت جلیلہ سے جو آنحضرت ﷺ کو نہایت محبوب اور عزیز تھی، اور جس کا رنگ سیرت نبوی ﷺ میں بہت نمایاں اور غالب ہے بالکل محروم ہیں، بزرگوں کی دوستی کا نباہ پرانے تعلقات کی پاسداری، والدین کے دوستوں کے ساتھ سلوک اور اس کو والدین ہی کی محبت وخدمت کا لازمہ سمجھنا، چھوٹوں کے ساتھ الفت، بڑوں کا ادب تو بہت دور کی باتیں ہیں ضابطہ کا تعلق اور قانونی فرائض بھی ادا نہیں ہوتے۔

اس کا نتیجہ ہے کہ خاندان اور محلے اور پھر گھر، جنت کے بجائے جہنم کا نمونہ اور دارالامن و دارالسلام ہونے کے بجائے دارالحرب بنے ہوئے ہیں، زندگی کا لطف اور اجتماعی زندگی بلکہ اسلامی زندگی کی بھی کوئی برکت نظر نہیں آتی پھر اس کے نتیجہ میں غیبی طور پر اللہ اور اسکے رسول کی اطلاع اور وعدوں کے مطابق جو سزائیں مل رہی ہیں، اور جو برکتیں سلب کی جارہی ہیں، ان کے سمجھنے کے لئے نہ شریعت اور قرآن وحدیث کا ضروری علم ہے، نہ طبیعتوں میں انصاف، نہ وقت میں گنجائش، حالانکہ قرآن وحدیث میں کھول کھول کر نا اتفاقی، قطع رحمی، بغض، کینہ اور انتقامی جذبہ وکارروائی کے انفرادی اور اجتماعی نتائج بیان کردئے گئے ہیں، اور اس کے مقابلہ میں صلۂ رحمی، اصلاح ذات البین کی کوشش، عفوودرگذر، ایثار وقربانی، حق پر ہوتے ہوئے بھی دب جانے اور طرح دے جانے، قطع رحمی کرنے والوں کے ساتھ صلہ رحمی، تکلیف پہونچانے والوں کو راحت پہونچانے کی فضیلت اور درجہ پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اسی زمانہ میں دین کے بہت سے شعبوں میں بہت کام ہوا ہے، عبادات وفضائل اعمال پر ایک کتب خانہ کا کتب خانہ تیار ہو گیا ہے، مسائل احکام پر بھی بڑی بڑی کتابیں تیار ہو گئیں ہیں، اور کچھ عرصہ سے سیاست و اجتماعیات پر بھی بڑی توجہ کی گئی ہے، اور اس کے ایک ایک پہلو کو بھی روشن ونمایاں کیا گیا ہے، ان کوششوں کے اثرات مسلمانوں کی زندگی میں نظر بھی آتے ہیں، اور انھوں نے دین کے ان شعبوں میں کچھ ترقی بھی کی ہے، لیکن جہاں تک راقم سطور کے معلومات ومطالعہ کا تعلق ہے، تعلقات کی استواری، صلۂ رحمی اور اصلاح ذات البین کے موضوع پر بہت کم کام ہوا ہے، اور خاص طور پر آسان اردو اور عام فہم طریقہ پر روزمرہ کی زندگی کے مطالعہ اور واقعات کی روشنی میں بہت کم مضامین ورسائل اور کتابیں لکھی گئی ہیں، اور اس سلسلہ میں ہمارے معاشرہ میں کچھ بہتری کے آثار بھی نظر نہیں آتے، حالانکہ آپس کے اختلاف وافتراق، قطع رحمی، برادر کشی اور نزاع باہمی کا مرض وہ عام وبا ہے جس سے مشکل سے کوئی شہر، قصبہ، چھوٹا سا چھوٹا گاؤں اور حد یہ ہے، کہ مشکل سے کوئی محلہ اور خاندان محفوظ رہا ہوگا، اور اس سے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اس بری طرح متاثر ہو رہی ہے، کہ نہ دینی جدوجہد پوری طرح مفید ہو رہی ہے اور نہ سیاسی اتحاد وتنظیم کی کوششیں بارآور ہو رہی ہیں، ضرورت ہے کہ اس شعبہ کی طرف پوری توجہ کی جائے کہ اس کے بغیر زندگی کی چول صحیح طور پر نہیں بیٹھتی اور عبادت وتعلق باللہ میں بھی قوت وقبولیت نہیں پیدا ہوتی، یہ مرض جتنا عام اور شدید ہے اتنا ہی اسکے ازالہ کے لئے قوت، جرأت اور فکر ودلسوزی کی ضرورت ہے۔

نوا را تلخ ترمیزن، چو ذوق نغمہ کم یابی
حدی را تیز ترمی خواں، چو محمل را گراں بینی

میرے نزدیک یہ رسالہ اپنے موضوع پر مؤثر ترین رسالہ ہے، اور اس نے خود مصنف کے خاندان میں بڑا انقلابی واصلاحی کام انجام دیا تھا، جو ایک تاریخی وقفہ میں بعض خاص اسباب کی بنا پر نزاع باہمی اور اختلاف وافتراق کا شکار تھا اور ایک چھوٹا سا خاندان ہونے کے باوجود جو ایک گاؤں میں محدود تھا ملنا، جلنا، سلام کلام سب موقوف ہوگیا تھا، جیسا کہ اوپر لکھا گیا صرف غمی کے موقع پر برسوں کے بچھڑے ہوئے ملتے تھے۔

اس خاندان میں (جس میں بڑے بڑے عالم، ربانی، دینی پیشوا اور زبردست مصلح اور داعی پیدا ہوئے) اس حمیت جاہلیہ کے پیدا ہونے کی وجہ سے آپ کے دل کو سخت صدمہ تھا، اسی جذبہ اور تاثر میں آپ نے یہ رسالہ لکھا، اور اسی وجہ سے اس میں وہ تاثیر اور دلپذیری ہے جو "حدیث دیگراں" اور ان مضامین وتصنیفات میں نہیں ہوتی جو کسی علمی ضرورت سے یا کسی کی فرمائش پر یا تحقیق وتبحر کے اظہار کے لئے لکھی جاتی ہیں، الحمد للہ کہ اسی رسالہ نے اپنے زمانہ اور اپنے ماحول میں پورا کام کیا، اس نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا، برسوں کے بچھڑوں کو ملایا، روٹھوں کو منایا اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی خوشی، صلۂ رحمی کے فضائل حاصل کرنے کے شوق اور قطع تعلق کی وعیدوں کے خوف سے، ایک دوسرے سے مل گئے، اور جن لوگوں نے بھی اس رسالہ کو پڑھا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے۔

ابوالحسن علی ندویؒ
دائرۂ شاہ علم اللہؒ

۱۰/رجب ۱۴۰۰ھ رائے بریلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وجہ تسمیہ

ایں لوحِ مقدس بدل آگہ ہیں وز نقطہ زبانِ قلم کہتے ہیں
دیباچہ لا الٰہ اللہ خواں عنوان محمدؐ رسول اللہ ہیں

صلی اللہ علیہ وسلم

اس زمانہ میں سب سے بڑا عیب جو ہم مسلمانوں میں پیدا ہو گیا ہے وہ یہ ہے کہ نیکی کرنے کا خیال دلوں سے اُٹھ گیا ہے، ہمارا کوئی کام خودغرضی سے خالی نہیں ہوتا، طمع و حرص کی ترغیبوں نے ہم کو مغلوب کر دیا ہے جھگڑوں کا طوفان موجزن ہے، بھائیوں کی رسوائی پر خوشیاں منائی جاتی ہیں تنگدستی نے حواس کو ایسا مختل کر دیا ہے کہ نہ اپنی ہستی سمجھتی ہے، نہ دوسروں کی حالت کا اندازہ ہوتا ہے، ہمارے سارے حرکات وسکنات پر خود غرضی فرمانروا ہے، قوم کو، ملک کو، وضع کو، غرض جو کچھ ہم کو مل سکے اس کو اپنی غرض پر قربان کرنے کو ہر وقت ہم آمادہ رہتے ہیں،

ہمارے بزرگوں کی حالت ایسی نہ تھی، ان کے اخلاق ایسے پاکیزہ تھے

جن کی مثال دیکھنے کو اب آنکھیں ترستی ہیں، اخلاق، محبّت، مروت، دوستی، دوستی کا برتاؤ، دوستی کا پاس، دلی نیکی، فیاضی، متانت، چھوٹوں کے ساتھ الفت، بڑوں کا ادب، غریبوں کے ساتھ ہمدردی، قومی یگانگت، سب ان میں جمع تھے، پہلے جن دو شخصوں میں دوستی ہو جاتی تھی تو اُس کا نباہ ان کی ذات تک ختم نہیں ہو جاتا تھا، بلکہ ان کی اولاد اور اعزہ تک پہونچتا تھا، ایک دوست کا بیٹا اپنے باپ کے دوست کو چچا کہتا تھا، اس کے بیٹے کو بھائی خیال کرتا تھا، اسی طرح ان کے گھر کی بیویوں میں باہم ارتباط پیدا ہو جاتا تھا اور کئی پشتوں تک اس کا سلسلہ قائم رہتا تھا۔

اس زمانہ میں یہ سب باتیں موقوف ہو گئی ہیں، اخلاق باقی نہیں رہا، محبّت دلوں سے کافور ہو گئی، مروّت کرنا بیوقوفی میں داخل ہے، دوستی اور دوستی کا پاس اگلے لوگوں کی سادہ لوحی سمجھی جاتی ہے، نہ چھوٹوں کو بڑوں کا ادب رہ گیا ہے، نہ بڑوں کو چھوٹوں کی اُلفت رہ گئی ہے، غریبوں کے ساتھ ہمدردی کی جگہ قومی ہمدردی نے لے لی ہے، مگر یہ بے معنی لفظ صرف زبانوں پر ہے دل میں اس کا اثر کچھ بھی نہیں۔

دوستی کے رشتہ کے لحاظ سے عزیزداری کے برتاؤ کی اب خواہش نہ کرو، یہ دیکھو کہ اب عزیزوں میں بھی عزیزداری باقی ہے یا نہیں، ماں باپ کو اپنی اولاد سے، اور اولاد کو اپنے ماں باپ سے، اب اسی وقت

تک پاسداری رہتی، جب تک کہ کوئی معاملہ نہیں پڑتا، غیروں کے ساتھ بھولنے سے اگر نیکی ہوجائے تو ممکن ہے، مگر عزیزوں کے ساتھ نیکی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ غیروں سے کسی وقت ہنسنا بولنا جائز ہے، مگر عزیزوں سے کھل کر ملنے میں کسرشان ہے، غیروں سے کھنچنا بداخلاقی ہے، مگر عزیزوں سے ترش روئی کرنا خودداری میں داخل ہے، یہاں تک کہ بعض موقعوں پر اپنے خاص عزیزوں سے رشتہ ظاہر کرنے میں ہم کو تامل ہے، بات بات پر لڑنا ہمارا شیوہ ہوگیا ہے، ذرا ذراسی بات پر عزیزوں سے بگاڑ لیا جاتا ہے، رشتے ناطے توڑ دیے جاتے ہیں، قصہ مختصر ہماری اخلاقی حالت ایسی پست اور ردّی ہوگئی ہے، جس نے ہمارے دل کو، دماغ کو، عبادات و معاملات کو، سبھی چیزوں کو راہ راست سے منحرف کردیا ہے اور ہماری وہ حالت ہوگئی ہے جو رسالت کے چمکنے سے پہلے عرب کی حالت تھی۔

اس خیال سے کہ شاید ہمارے دوستوں کو اس بات کی خبر نہ ہو کہ اسلام میں صلۂ رحم کی کس قدر تاکید فرمائی گئی ہے، اور قطع رحم سے کتنا ڈرایا گیا ہے، قرآن و حدیث کے ارشادات کا میں ایک مجموعہ پیش کرتا ہوں، مقصد یہ ہے کہ اہل اسلام کو عموماً اور میرے خاندان کے بزرگوں اور عزیزوں کو خصوصاً اس سے فائدہ پہونچے، اگر ایک گھرانے میں بھی

اس سے نفع اٹھایا گیا تو میں سمجھوں گا کہ میں نے اپنی محنت کا صلہ پایا، وان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ۔

صلۂ رحم کے فوائد

بعضے فائدے خود ہم کو محسوس ہوتے ہیں، اور کچھ فائدے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے معلوم ہوتے ہیں، میں اس مقام پر صلۂ رحم کے اُنھیں فائدوں کا ذکر کروں گا جو مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں، جو فائدے خود ہم کو محسوس ہوتے ہیں ان کے بیان کرنے کی حاجت نہیں، جو لوگ عقلمند ہیں وہ مجھ سے زیادہ ان فائدوں کو سمجھ سکتے ہیں۔

ہمارے حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ:۔

۱۔ صلۂ رحم سے محبت بڑھتی ہے۔

۲۔ مال بڑھتا ہے۔

۳۔ عمر بڑھتی ہے۔

۴۔ رزق میں کشائش ہوتی ہے۔

۵۔ آدمی بُری موت نہیں مرتا۔

۶۔ اس کی مصیبتیں اور آفتیں ٹلتی رہتی ہیں۔

۷۔ ملک کی آبادی اور سرسبزی بڑھتی ہے۔

۸۔ گناہ معاف کیئے جاتے ہیں۔
۹۔ نیکیاں قبول کی جاتی ہیں۔
۱۰۔ جنّت میں جانے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے۔
۱۱۔ صلۂ رحم کرنے والے سے خدا اپنا رشتہ جوڑتا ہے۔
۱۲۔ جس قوم میں صلۂ رحم کرنے والے ہوتے ہیں اُس قوم کی قوم پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

احادیث صحیحہ سے اس کا ثبوت لو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم اپنے نسبوں کو سیکھو، تاکہ اپنے رشتہ داروں کو پہچان کر اُن سے صلۂ رحم کر سکو، فرمایا کہ صلۂ رحم کرنے سے محبت بڑھتی ہے، مال بڑھتا ہے اور موت کا وقت پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ (ترمذی)

جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشائش ہو اور اس کی عمر بڑھ جائے تو اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے صلۂ رحم کرے۔ (بخاری و مسلم)

جو چاہتا ہو کہ اس کی عمر بڑھے اور اس کے رزق میں کشائش ہو اور وہ بُری موت نہ مرے تو اُس کو لازم ہے کہ وہ خدا سے ڈرتا

ہے اور اپنے رشتے ناطے والوں سے سلوک کرتا ہے۔ (ترغیب ترہیب)

جو شخص صدقہ دیتا رہتا ہے اور اپنے رشتے ناطے والوں سے سلوک کرتا رہتا ہے، اس کی عمر کو خدا دراز کرتا ہے اور اس کو بری طرح مرنے سے بچاتا ہے اور اس کی مصیبتوں اور آفتوں کو دور کرتا رہتا ہے (ترغیب ترہیب)

رحم خدا کی رحمت کی ایک شاخ ہے اُس سے خدا نے فرما دیا ہے کہ جو تجھ سے رشتہ جوڑے گا اس سے میں بھی رشتہ ملاؤں گا اور جو تیرے رشتہ کو توڑ دے گا اس کے رشتہ کو میں بھی توڑ دوں گا۔ (بخاری)

فرمایا کہ اللہ کی رحمت، اُس قوم پر نازل نہیں ہوتی جس میں ایسا شخص موجود ہو جو اپنے رشتہ ناطوں کو توڑتا ہو۔ (شعب الایمان بیہقی)

بغاوت اور قطع رحم سے بڑھ کر کوئی گناہ اس کا مستوجب نہیں کہ اس کی سزا دنیا ہی میں فوراً دی جائے اور آخرت میں بھی اس پر عذاب ہو۔

(ترمذی و ابو داؤد)

فرمایا کہ جنت میں وہ شخص گھسنے نہ پائے گا جو اپنے رشتے ناطوں کو توڑتا ہو۔ (بخاری و مسلم)

ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لیے جاتے تھے راستہ میں ایک اعرابی نے آکر آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی اور کہا کہ یا رسول اللہ! مجھ کو ایسی بات بتائیے جس سے جنت ملے اور دوزخ سے

نجات ہو، آپ نے فرمایا کہ تو ایک خدا کی عبادت کر، اور اس کے ساتھ شریک مت کر، نماز پڑھ، زکوٰۃ دے، اور اپنے رشتے ناطے والوں سے سلوک کرتا رہ، جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اگر میرے حکم کی تعمیل کرے گا تو اس کو جنّت ملے گی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم سے ملک کو آباد فرماتا ہے اور اس کو دولت مند کرتا ہے اور کبھی دشمنی کی نظر سے اُن کو نہیں دیکھتا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس قوم پر اتنی مہربانی کیوں ہوتی ہے؟ فرمایا کہ رشتے ناطے والوں کے ساتھ سلوک کرنے سے ان کو مرتبہ ملتا ہے۔ (ترغیب ترہیب)

فرمایا کہ جو شخص نرم مزاج ہوتا ہے اس کو دنیا و آخرت کی خوبیاں ملتی ہیں، اور اپنے رشتے ناطے والوں سے سلوک کرنے اور پڑوسیوں سے میل جول رکھنے اور عام طور پر لوگوں سے خوش خلقی برتنے سے ملک سرسبز اور آباد ہوتے ہیں اور ایسا کرنے والوں کی عمریں بڑھتی ہیں۔

(ترغیب و ترہیب)

ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھ سے ایک بڑا گناہ ہو گیا ہے، میری توبہ کیوں کر قبول ہو سکتی ہے، آپ نے پوچھا کہ تیری ماں زندہ ہے؟ اُس نے کہا نہیں، فرمایا کہ خالہ ہے؟ اُس نے کہا جی ہاں! فرمایا کہ

تو، تو اس کے ساتھ حسن سلوک کر۔ (ترغیب ترہیب)

ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع میں یہ فرمایا کہ جو رشتہ داری کا پاس و لحاظ نہ کرتا ہو، وہ ہمارے پاس نہ بیٹھے، یہ سنکر ایک شخص اس مجمع سے اٹھا، اور اپنی خالہ کے گھر گیا جس سے کچھ بگاڑ تھا، وہاں جاکر اُس نے اپنی خالہ سے معذرت کی اور قصور معاف کرایا۔ پھر آکر دربارِ نبوت میں شریک ہوگیا۔ جب وہ واپس آگیا تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ، اُس قوم پر خدا کی رحمت نہیں نازل ہوتی جس میں ایسا شخص موجود ہو جو اپنے رشتہ داروں سے بگاڑ رکھتا ہو۔ (ترغیب ترہیب)

فرمایا کہ ہر جمعہ کی رات میں تمام آدمیوں کے عمل اور عبادتیں خدا کی درگاہ میں پیش ہوتی ہیں، جو شخص اپنے رشتہ داروں سے بدسلوکی کرتا ہے اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ (ترغیب ترہیب)

ذوی القربیٰ کا مرتبہ اور درجہ

خدا و رسولؐ کے بعد ماں باپ کا سب سے زیادہ حق ہے، اُن کے بعد ذوی القربیٰ کا، قرآن مجید میں جا بجا اس کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے، تمام آیتوں کی نقل کرنے کی ضرورت نہیں، صرف ایک دو آیتوں کو میں بیان کرتا ہوں، فرمایا:۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى... الخ

خدا کی بندگی کرو، اور کسی کو (اس کی الوہیت اور استحقاق عبادت میں) شریک نہ سمجھو، اور اپنے ماں باپ کے ساتھ احسان کرو، اور اپنے قرابت داروں کے ساتھ،...

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے حق داروں کا ذکر فرمایا ہے، مگر سب سے مقدم و مرجح انھیں کو رکھا ہے، جن کا ذکر کیا گیا، سورۂ بنی اسرائیل میں بھی پہلے اپنی عبادت کا ذکر فرمایا ہے، پھر ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کی تاکید کی ہے، اس کے بعد فرمایا ہے؛

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ

(یعنی) قرابت داروں کے حقوق ادا کرو،

ان دونوں آیتوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی کہ سب سے پہلے خدا کا حق ہے، پھر ماں باپ کا، پھر ذوی القربیٰ کا، گویا حقوق کے لحاظ سے ذوی القربیٰ کا تیسرا درجہ ہے۔

حدیثوں سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے، اطمینان کی غرض سے میں کچھ حدیثیں بیان کرتا ہوں، روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم کو سب سے پہلے کس کے ساتھ احسان کرنا چاہیئے، آپؐ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اپنی ماں کے اوپر احسان کرو، اس نے کہا پھر، آپؐ نے فرمایا کہ ماں پر، اس نے پھر یہی پوچھا، اور آپؐ نے پھر یہی جواب دیا، چوتھی بار آپؐ نے فرمایا کہ باپ پر، اس نے کہا پھر، آپؐ نے فرمایا الاقرب فالاقرب، جو سب سے زیادہ رشتہ میں تم سے قریب ہو۔ (ترمذی)

ابو طلحہ انصاریؓ کا ایک باغ تھا، بیرحاء، مسجد کے بالکل آمنے سامنے، اس باغ کا پانی نہایت شیریں تھا، ہمارے حضرتؐ کبھی کبھی اس میں تشریف لے جاتے، اور وہاں کا پانی نوش فرماتے، جب یہ حکم ہوا کہ جو چیز آدمی کو اچھی لگتی ہو اس میں سے وہ خیرات کرے تو زیادہ ثواب ملتا ہے، یہ سن کر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، اور عرض کیا یا رسول اللہؐ اپنے مال میں سب سے زیادہ مجھ کو یہ باغ اچھا لگتا ہے، میں اسی کو خیرات کرتا ہوں، آپ جہاں مناسب سمجھیں اس کو لگا دیں، آپؐ نے خوش ہو کر فرمایا

کہ یہ مال بہت فائدہ مند ہے، میں تمھارا مطلب سمجھا، مگر اس کو اپنے قرابت داروں کو دے دو، ابو طلحہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ کی جو مرضی ہو، مجھے اس میں کچھ عذر نہیں، آپؐ نے اُس باغ کو ان کے رشتے ناطے والوں اور چچیرے بھائی بہنوں پر تقسیم فرما دیا۔ (بخاری و مسلم)

بی بی میمونہؓ نے اپنی ایک لونڈی آزاد کر دی، اور اس کی نوبت نہیں آئی کہ حضرتؐ سے اس کا ذکر کرتیں، جب ان کی باری کا دن آیا اور حضرتؐ نے ان کے گھر کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے منور فرمایا، تو بی بی میمونہؓ کو لونڈی کا آزاد کرنا یاد آیا، انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میں نے اپنی لونڈی آزاد کر دی، آپؐ نے فرمایا کہ کیا آزاد کر چکیں؟ انھوں نے کہا جی ہاں! آپؐ نے فرمایا کہ تم اسے اپنے ننہال والوں کو دے دیتیں تو زیادہ ثواب ہوتا۔ (بخاری و مسلم)

ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو خیرات کرنے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ اور کچھ نہ ہو تو زیور ہی کو خیرات کریں، زینبؓ نے یہ حکم سن کر اپنے خاوند عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ تم جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو، اگر کچھ ہرج نہ ہو تو جو کچھ مجھے خیرات کرنا ہے وہ میں تمھیں کو دے دوں، تم بھی تو محتاج ہو، عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ خود تمھیں جا کر پوچھو، یہ مسجد نبویؐ کے دروازہ پر حاضر ہوئیں، وہاں دیکھا تو ایک بی بی اور کھڑی

تھیں اور وہ بھی اسی ضرورت سے آئی تھیں، ہیبت کے مارے ان دونوں کو جرأت نہ پڑتی تھی کہ اندر جاکر خود حضرتؐ سے پوچھیں، بلالؓ نکلے تو ان دونوں نے کہا کہ حضرتؐ سے جاکر کہو کہ دو عورتیں کھڑی پوچھتی ہیں کہ ہم لوگ اپنے خاوندوں پر، اور یتیم بچوں پر، جو ہماری گود میں ہوں، صدقہ کر سکتے ہیں یا نہیں، بلالؓ سے چلتے چلتے یہ بھی کہہ دیا کہ تم یہ نہ کہنا کہ ہم کون ہیں۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا، حضرتؐ نے فرمایا کہ کون پوچھتا ہے؟ بلالؓ نے کہا کہ ایک قبیلۂ انصار کی بی بی ہیں اور ایک زینبؓ! آپؐ نے فرمایا کہ کون زینبؓ؟ انھوں نے کہا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی! آپؐ نے فرمایا کہہ دو کہ اُن کو دُوہرا ثواب ملے گا، قرابت کی پاسداری کا علیحدہ اور صدقہ کرنے کا علیحدہ۔ (بخاری و مسلم)

قربان جائیے ایسے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے ہم کو وہ باتیں سکھائی ہیں، جن سے ہماری دنیا بھی بنتی ہے اور دین بھی سنورتا ہے بأبی وأمی یارسول اللہ ؎

دل وجانم فدایت یا محمدؐ ‏ ‏ سرمن خاک پایت یا محمدؐ

صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

قرابت داروں کے حقوق

میں نے بیان کیا ہے کہ ماں باپ کے بعد قرابت داروں سے زیادہ کوئی اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ ان کے ساتھ سلوک کیا جائے، پڑوسیوں کے اور عام مسلمانوں کے جس قدر حقوق ہیں، اُن سے بالاتر، ان لوگوں کے حقوق ہیں، یہ اگر پڑوسی بھی ہیں اور مسلمان بھی، تو ان کے ساتھ سلوک کرنے میں چہار گونہ ثواب ملتا ہے، ورنہ دو گونہ سے کم تو کسی حالت میں نہیں۔

اب ان کے حقوق مُلاحظہ ہوں

(۱) ان کے ساتھ محبت و الفت کا برتاؤ کیا جائے (۲) معاملہ کیا جائے تو رعایت و مروّت کے ساتھ (۳) کبھی کبھی اُن کو تحفے بھیجے جائیں (۴) وہ تحفہ بھیجیں تو قبول کر لیا جائے (۵) ان کی بیوی بچوں کی، اور ان کی عزت و ناموس کی حفاظت کی جائے (۶) وہ اگر محتاج ہوں تو گنجائش کے موافق ان کی خبر گیری کی جائے (۷) وہ اگر روزگار کے متلاشی ہوں، اور ہو سکتا ہو تو ان کو روزگار دلانے میں کوشش کی جائے (۸) ان کے ساتھ سلوک کر کے احسان نہ جتایا جائے (۹) ان کے دُکھ درد میں

محبت و ہمدردی سے شرکت کی جائے (۱۰) ان کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹایا جائے (۱۱) ان کو قرض کی ضرورت ہو اور ہم دے سکتے ہوں تو اُن کو قرض دیا جائے (۱۲) ان کے بزرگوں کو اپنا بزرگ اور ان کے چھوٹوں کو اپنا چھوٹا سمجھا جائے (۱۳) کبھی کبھی ان کے گھر پر جا کر ان کی مزاج پرسی کی جائے (۱۴) وہ آئیں تو محبت و تعظیم سے ان کو لیا جائے (۱۵) ان کی عزت و ناموس کو اپنی عزت و ناموس اور ان کی بے آبروئی کو اپنی بے آبروئی سمجھی جائے۔ (۱۶) جس بات کو ہم اپنے لئے پسند نہ کرتے ہوں ان کے لئے بھی پسند نہ کریں، (۱۷) اگر اتفاقاً کچھ رنجش ہو جائے تو تین روز سے زیادہ کلام و سلام بند نہ کریں (۱۸) دو بھائیوں میں رنج ہو جائے تو ان کے آپس میں صلح کرا دیں (۱۹) ان سے احیاناً کوئی بُرا کام ہو جائے تو ان کو رُسوا نہ کریں (۲۰) وہ کسی بُری عادت میں مبتلا ہوں تو نرمی اور خوش تدبیری سے اس عادت کے چھڑانے کی کوشش کریں (۲۱) وہ ہم سے پرخاش کرنے پر آمادہ ہوں تو ہم طرح دیں (۲۲) وہ برادرانہ تعلقات کو توڑنا چاہیں تو ہم اس سے باز رہیں (۲۳) وہ کسی قدر ہم کو تکلیف پہونچائیں تو ہم صبر کریں (۲۴) کوئی جھگڑا پیش آجائے تو اس کو سہولت و نرمی سے طے کریں (۲۵) اگر اپنا تھوڑا سا نقصان بھی ہوتا ہو تو اس کو گوارا کریں مگر ان سے نہ بگاڑیں۔

علاوہ حقوق مذکورہ بالا کے، جو حقوق عام مسلمانوں کو حاصل ہیں،

وہ ان کو بھی حاصل ہیں، مثال کے طور پر چند باتیں میں بیان کرتا ہوں، ان پر اور باتوں کو بھی قیاس کرنا چاہیئے، ملاقات کے وقت سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، مصافحہ کرنا، نرمی اور خوش خلقی سے گفتگو کرنا، ان کی خطاؤں سے درگزر کرنا، ان کے بھیدوں کو فاش نہ کرنا، ان کے عیبوں کا ٹوہ نہ لگانا، غیبت نہ کرنا، بہتان نہ باندھنا، ان کے رنج سے رنجیدہ اور خوشی سے خوش ہونا اور دل کو بغض و حسد سے پاک رکھنا، ان کے سوا بیسیوں باتیں اور بھی ہیں، جن کے واسطے کتاب الاخلاق کا معائنہ درکار ہے، ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ لوگوں کے اخلاق درست کروں۔

اور سنو!

صلۂ رحم اس پر موقوف نہیں ہے کہ جب ہمارے عزیز قریب بڑے نیک اور پارسا ہوں جبھی ہم ان سے سلوک کریں، یا جب وہ لوگ بڑے آدمی ہوں جبھی ان سے میل جول رکھیں، وہ گنہ گار ہوں جب بھی ان سے سلوک کرنا چاہیئے، وہ مفلس قلاش ہوں، جب بھی اُن کی خاطر تواضع ضروری ہے، ایک بار اسماء بنت ابی بکرؓ کی ماں قیلہ ان کے گھر آئیں، بیوی اسماءؓ نے حضرت سے جاکر عرض کیا کہ میری ماں مسلمان نہیں ہیں نہ ان کو اسلام لانے کی رغبت

ہے، وہ میرے گھر آئی ہیں، میں ان سے کچھ سلوک کرسکتی ہوں یا نہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں سلوک کرو کچھ مضائقہ نہیں۔ (بخاری)

ایک بار حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک ریشمی چادر بکتی ہوئی دیکھی حضرت سے آکر عرض کیا کہ آپ اس کو خرید لیجئے، اور جمعہ کے دن اس کو اوڑھ لیا کیجئے یا جب آپ سے ملنے باہر سے لوگ آئیں اس وقت اوڑھا کیجئے، آپ نے اس کو قبول نہیں کیا فرمایا کہ ایسی چیزیں وہ اوڑھتے ہیں جن کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں، کچھ دنوں کے بعد حضرت کے پاس ویسی ہی چادریں آئیں، آپ نے ان میں سے ایک عمر رضی اللہ عنہ کو بھی دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں اس کو کیوں کر اوڑھ سکتا ہوں، آپ نے فرمایا تھا کہ ان کو وہ لوگ اوڑھتے ہیں جو آخرت کی نعمتوں سے بے نصیب ہیں، فرمایا کہ میں نے اس لئے نہیں دیا کہ تم خود اس کو اوڑھو، اس کو تم فروخت کرسکتے ہو، اور کسی دوسرے شخص کو دے سکتے ہو، یہ سنا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ چادر اپنے ایک بت پرست بھائی کو بھیج دی جو مکہ میں رہتا تھا۔ (بخاری)

ان دو حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ صلۂ رحم اسی پر موقوف نہیں ہے کہ جس کے ساتھ سلوک کیا جائے وہ نیک بخت اور پارسا ہو، اس زمانہ میں جب کسی کو صلۂ رحم کی رغبت دلائی جاتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ ایسے ناشدنی کو کیا منھ لگایا جائے، جن کی بدکرداریاں اس حد کو پہونچ

گئی ہیں کہ اب ہوا بھی ان سے بچ کر نکلتی ہے، اس کو یہ معلوم نہیں کہ یہ اس کے نفس کی حیلہ سازی ہے، ہوا ان سے بچ کر نکلے تو نکلے، اس کو ان سے بچنا درست نہیں، اس پر فرض ہے کہ نرمی اور خوش تدبیری سے اپنے بد کردار بھائیوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرے، کسی کا بیٹا اگر بد راہ ہو جائے، تو اس بدنصیب باپ کو کیا حالت ہو گی، اور گمراہ بیٹے کو راہ راست پر لانے کے لئے وہ کیا تدبیریں کرے گا؟ وہی تدبیریں اپنے بدراہ بھائی کو راہ راست پر لانے کے لئے اختیار کرنا چاہیئے، اور ان کے بدراہ ہو جانے سے ان کی ضرورت اور اپنی مقدرت کے موافق ان کے ساتھ سلوک کرنے سے باز نہ رہنا چاہیئے۔

یہ بھی یاد رکھو!

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس شخص کو صلۂ رحم کرنے والا نہیں کہیں گے، جس کے عزیز قریب بھی اس سے اچھا سلوک کرتے ہوں، یہ تو ادلے کا بدلہ ہوا، صلۂ رحم یہ ہے کہ اس کے قرابت دار اس سے برادرانہ تعلقات کو منقطع کریں اور یہ ان کو قائم رکھے۔ (بخاری)

ایک شخص نے آکر کہا کہ یا رسول اللہ! میرے عزیز قریب مجھ سے بگاڑتے ہیں، میں اُن سے میل جول رکھتا ہوں، وہ میرے ساتھ بُرائی کرتے

ہیں، میں اُن سے اچھا سلوک کرتا ہوں، وہ میرے ساتھ جہالت کرتے ہیں، میں بُردباری سے اس کو برداشت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ اگر تو سچ کہہ رہا ہے، تو گویا ان کے منہ میں گرم راکھ جھونکتا ہے، جب تک تو ایسا کرتا رہے گا، تیرے ساتھ خدا کی مدد رہے گی (مسلم)

ان کے منہ میں گرم راکھ کا جھونکنا کنایہ ہے اس بات کا کہ وہ اپنی بدسلوکی کی وجہ سے گنہ گار ہو رہے ہیں، اور اس شخص کا جو باوجود ان کی بدسلوکی کے اُن سے احسان کر رہا ہے کچھ نہیں بگڑتا۔ (نووی)

آپؐ نے فرمایا کہ سب سے بہتر صدقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے اُن قرابت داروں سے سلوک کرے جو اس کی دشمنی کو اپنے سینوں میں دبائے ہوئے ہوں (ترغیب ترہیب)

آپؐ نے فرمایا کہ تم ایسے آدمی نہ بنو جن کی خود کوئی راہ نہیں ہوتی، وہ کہتے ہیں کہ کوئی ہمارے ساتھ بھلائی کرے گا، تو ہم بھی اس کے ساتھ بھلائی کریں گے، بُرائی کرے گا، تو ہم بھی اس کے ساتھ بُرائی کریں گے۔

فرمایا کہ تم اپنے دل میں یہ رائے قائم کرو کہ کوئی تمہارے ساتھ بھلائی کرے گا تو تم بھی اس کے ساتھ بھلائی کروگے، اور وہ تم پر ظلم کرے گا، تو تم اس سے بدسلوکی نہ کروگے۔ (ترمذی)

فرمایا کہ تین خصلتیں جس میں ہوں گی، اس کو قیامت کے دن حساب کتاب میں آسانی ہوگی، اور خدا اپنی مہربانی سے جنّت میں داخل فرمائے گا،

صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں وہ خصلتیں کیا ہیں جن سے ایسا بڑا مرتبہ ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ (۱) جو تم کو محروم رکھے تم اس سے سلوک کرو (۲) جو تم سے قطع کرے تم اس کو ملاؤ (۳) جو تم پر ظلم کرے تم اس سے درگزر کرو۔ (ترغیب ترہیب)

کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! سب عملوں میں کون عمل سب سے زیادہ بہتر ہے؟ فرمایا کہ (۱) رشتہ توڑنے والے سے رشتہ ملانا (۲) جس سے کچھ فائدہ نہ ہو اس سے حسن سلوک کرنا (۳) جو ظلم کرتا ہو اس سے درگذر کرنا (ترغیب ترہیب)

اسی مضمون کی ایک حدیث علی مرتضیٰؓ سے بھی مروی ہے، ان سے حضرتؐ نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی چیز سکھاتا ہوں جو دین و دنیا میں تمام چیزوں سے بہتر و بالاتر ہے، فرمایا کہ جو تم کو چھوڑ دے اس سے ملو جس سے تم کو فائدہ نہ ہوتا ہو اس سے سلوک کرو، جو تم پر ظلم کرتا ہو اس سے درگذر کرو۔

(ترغیب ترہیب)

ایک روایت میں ہے کہ، آپؐ نے فرمایا، میں تم کو ایسی چیز بتاتا ہوں جس کے کرنے سے خدا تمھارے مرتبے بلند کرے گا، فرمایا کہ جو تم سے جہالت کرتا ہو اس کو بردباری سے برداشت کرو، جو تم پر ظلم کرتا ہو اس سے درگذر کرو، جس سے تم کو فائدہ نہ ہوتا ہو اس سے سلوک کرو، جو تم سے تعلقات کو منقطع کرتا ہو، اس سے تعلقات کو قائم رکھو۔ (ترغیب ترہیب)

سچ پوچھو تو مردانگی یہی ہے کہ جو ہم سے بگاڑتا ہو، اُس سے ہم نباہیں، جو ہم کو نقصان پہونچاتا ہو اس کو فائدہ پہونچائیں، اگر ہماری ہمت میں اتنی گنجائش اور ہمارے حوصلہ میں اتنی بلندی نہیں ہے، تو یہ کوئی تعریف کی بات نہ ہوئی کہ جو شخص ہم سے سلوک کرتا ہو اُس سے ہم بھی سلوک کریں، یہ تو ادلے کا بدلہ ہوا، یہ انسانیت کا ادنیٰ ترین مرتبہ ہے، جو شخص یہ بھی نہ کرتا ہو وہ آدمی نہیں جانور ہے، بلکہ جانور سے بھی بدتر۔ ہمارے حضرتؐ نے جن پاکیزہ اخلاق کی ہم کو تعلیم دی، اگر ہم اس پر عمل کریں تو ہمارے دین و دنیا کے سارے کام بن سکتے ہیں، اور ہماری زندگی نہایت لطف سے بسر ہو سکتی ہے، اور یہ قید خانہ ہمارے لئے جنت بن سکتا ہے ؎

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
بادوستاں تلطف با دشمناں مدارا (حافظؔ)

ہم قصۂ عجیب و حدیث غریب ہست

غزوہ بنی المصطلق میں لوٹتے ہوئے بی بی عائشہؓ کا ہار کہیں گر گیا، ان کو خبر ہوئی تو کجاوہ سے نکل کر اِدھر اُدھر اس کو ڈھونڈنے لگیں، یہ ڈھونڈھنے میں رہیں اور قافلہ چلتا ہوا، ان کے اونٹ والے نے یہ سمجھ کر کہ بی بی عائشہؓ اپنے کجاوہ میں ہوں گی اونٹ پر کجاوہ کس دیا، یہ اتنی ہلکی پھلکی تھیں کہ ان کے نہ ہونے کا

اس کو گمان تک نہیں ہوا، حسب دستور قافلہ کے پیچھے گری پڑی چیزوں کی خبر گیری
کو صفوان بن معطل رضؓ چھوڑ دیے گئے تھے، انھوں نے بی بی عائشہ رضؓ کو تنہا پایا، تو ان
کو اپنے اونٹ پر سوار کر لیا، اور خود اونٹ کی نکیل تھامے ہوئے قافلہ میں لے
آئے، منافق انھیں باتوں کی تاک میں لگے رہتے تھے، انھوں نے سرگوشیاں
شروع کر دیں، اور بی بی عائشہ رضؓ پر بری بات کی تہمت لگا دی، بعض سادہ لوح
مسلمان بھی ان کے دھوکہ میں آ گئے، اور وہ بھی ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔ ان مسلمانوں
میں ایک مسطح رضؓ بن اثاثہ بھی تھے، جو حضرت ابو بکر رضؓ کے سگے خالہ زاد بھائی تھے، اور
حضرت ابو بکر رضؓ ان کے ساتھ ہمیشہ سلوک کیا کرتے تھے، بی بی عائشہ رضؓ کو کچھ دنوں
اس کی خبر نہیں ہوئی، مگر وہ دیکھتی تھیں کہ حضرت صلعم جیسے لطف و محبت سے پیش آیا
کرتے تھے ویسے اب نہیں ملتے اس سے ان کا جی کھٹکتا تھا اور وہ بے چین
رہا کرتی تھیں، ایک دن مسطح رضؓ کی ماں ان کے پاس آئیں اور مسطح کو برا کہنے لگیں،
بی بی عائشہ رضؓ نے ان کو روکا تو انھوں نے یہ ماجرا بیان کیا، اس کے سننے سے
بی بی عائشہ رضؓ پر گویا بجلی گر پڑی، کھانا پینا چھوٹ گیا، اور نیند حرام ہو گئی، ماں
باپ ان کو حضرت صلعم سے اجازت لے کر اپنے گھر اٹھا لے گئے، اور ابو بکر رضؓ کا گھر
ماتم کدہ بن گیا اور بی بی عائشہ رضؓ اور ان کے ماں باپ غم کے پتلے بن گئے، ہمارے
حضرت صلعم کو بھی کچھ کم صدمہ نہیں تھا، آپ ایک ایک سے مشورہ لیتے تھے، حضرت
عمر رضؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے بدن پر مکھی اس وجہ سے نہیں بیٹھ سکتی کہ

وہ نجاست پر بیٹھا کرتی ہے، جب خدا نے آپ کو اس گندگی سے بچایا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کا ہمنشیں ایسی بے حیائی میں مبتلا ہو آپؐ غم نہ فرمائیں، منافق یقیناً جھوٹے ہیں، حضرت عثمانؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تاکہ ہر کس و ناکس کا قدم اس پر نہ پڑے، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کی آبرو پر کسی کا ہاتھ پڑ سکے، حضرت علیؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! ایک بار آپؐ کے جوتے میں نجاست بھر گئی تھی، اور آپ کو خبر نہیں تھی، جبریل امینؑ نے آکر آپ کو اطلاع دی اور کہا کہ جوتے قدم مبارک سے نکال دیجئے اگر اتنے بڑے واقعہ کی کچھ اصلیت ہو گی تو خدا اس بات کو پسند نہ کرے گا کہ وہ آپؐ کے ساتھ رہیں، مختصر یہ ہے کہ کچھ دنوں تک نہایت بے لطفی رہی، اس کے بعد خدا نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا، اُن لوگوں کو سزائیں دی گئیں جو اس تہمت لگانے میں شریک تھے، اسی رنج و غم کے زمانہ میں حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھا لی تھی کہ اب مسطحؓ کے ساتھ سلوک نہ کریں گے، تم سمجھ سکتے ہو کہ اس زمانہ میں حضرت ابوبکرؓ کے دل پر کیا گذرتی ہو گی، بیٹی پر داغ لگنے کا صدمہ ایک اکیلا ایسا صدمہ ہے، کہ غیرت مند آدمی کو منھ دکھانے کے قابل نہیں رکھتا، جن کو انجام کے اچھے بُرے ہونے کی پروا نہیں ہوتی، وہ ساری زندگی پردیس میں ختم کر دیتے ہیں، گھر کا آنا گوارا نہیں کرتے اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو زہر کھا کر ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، اس صدمہ سے بالاتر ایک صدمہ

اور بھی تھا، جس کا صحیح اندازہ کسی کو نہیں ہو سکتا ؎

بے درد کو حال دل عاشق کی خبر کیا
جانے وہی جس دل میں محبت ہو کسی کی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معمولی قسم کی ارادت نہیں تھی، عشق تھا، وہ نسبت تھی جو پروانہ کو شمع کے ساتھ، بلبل کو گل کے ساتھ، قمری کو سرو کے ساتھ، چکور کو چاند کے ساتھ ہوتی ہے، حضرتؐ کے لئے ان کو اپنی جان، اپنی اولاد اور مال و دولت، کوئی چیز بھی عزیز نہیں تھی، اس واقعہ سے زیادہ صدمہ ان کو اس بات کا تھا کہ مبادا حضرتؐ کے لطف وکرم میں فرق آجائے، ان کو اپنی عمر میں اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت پیش نہ آئی ہوگی، اور جن لوگوں نے تہمت لگانے میں حصہ لیا تھا، اُن سے زیادہ کوئی ان کو اپنا بدخواہ اور دشمن نہ معلوم ہوتا ہوگا، یہی وجہ ہے کہ وہ اس بات پر قسم کھا بیٹھے کہ مسطحؓ کے ساتھ اب کبھی سلوک نہ کریں گے، مگر بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بی بی حضرت عائشہ رضؓ کی برأت جہاں فرمائی اور تہمت لگانے والوں کو سرزنش کی ہے اور حکم دیا ہے کہ ان کو سزا دی جائے، وہاں یہ آیت بھی فرمائی ہے،

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ	تم میں جو مقدور اور فراغت والے ہیں
مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا	ان کو اس بات کی قسم نہ کھانی چاہیئے

أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ	کہ اپنے قرابت داروں سے، محتاجوں سے
وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ	اور ان لوگوں سے جنھوں نے خدا کی
اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ	راہ میں اپنا دیس چھوڑا، ایسے وہ
أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ	سلوک نہ کریں گے، کیا تم اس بات کو
اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ	پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھارے گناہوں کو
رَحِيمٌ ۔	بخش دے، اور اللہ مغفرت اور رحم کرنے

والا ہے۔

ہمارے حضرتؐ نے ابوبکرؓ کو بلا کر جب یہ آیت سنائی تو انھوں نے کہا،

بلیٰ! احب ان یغفر اللہ لی

ضرور! میں اس بات کو دل سے چاہتا ہوں کہ اللہ میرے گناہوں کو بخش دے۔

اس دن سے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسطح کے ساتھ سلوک کرنے لگے۔

کیا اب کسی کو اس بات کی حاجت نہیں؟

کیا اب کسی کو اس بات کی حاجت نہیں، کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں سے درگذر فرمائے، یا ہمارا مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے مرتبہ سے بڑھ کر ہے، وہ معصوم نہیں تھے، مگر ہم معصوم ہیں، وہ مغفرت کے حاجت مند تھے، ہم کو اس کی ضرورت نہیں!

مسلمانو! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قوت ایمان کا نتیجہ تھا، کہ وہ مغفرت کی خوشخبری کو سنتے ہی، اپنے دکھ درد کو بھول گئے اور جس کو وہ ساری دنیا سے زیادہ، اپنا بدخواہ اور دشمن سمجھتے ہوں گے، اس کے ساتھ پھر حسن سلوک کرنے لگے۔

ایک ہم ہیں، جو ذرا ذرا سی باتوں پر اپنے عزیزوں سے روٹھتے ہیں، بولنا چالنا بند کر دیتے ہیں، ان کی جان و مال، عزت و آبرو کے درپے ہو جاتے ہیں، ان پر مقدمے چلاتے ہیں، مقدموں میں کامیاب ہونے کے لئے جھوٹے گواہ بناتے ہیں، جعلی دستاویزیں تیار کرتے ہیں، عمال کو رشوت دیتے ہیں، اور جو ہم میں زیادہ منچلے ہیں، وہ حریفوں کو زیر کرنے کے لئے ان کے گھر میں چوریاں کرا دیتے ہیں، ان کے کھلیانوں میں آگ لگوا دیتے ہیں، ان کے گھر میں افیون رکھوا کر پولیس کے ذریعہ سے ان پر فوجداری کے مقدمے قائم کرا دیتے ہیں، جو ان سے بھی زیادہ منچلے ہیں، وہ بدمعاشوں کو ہموار کر کے ان کو مروا ڈالتے ہیں، اور پھر یہ خوش فہم اپنے کو مسلمان سمجھتے ہیں ؎

گر مسلمانی ہمیں ست کہ حافظ دارد

وائے گر در پئے امروز بود فردائے (حافظ)